''انقلاب''

تحریر: محمد محسن

ہے کوئی کھلی آنکھوں سے اس عبرت آموز منظر نامے پہ نگاہ ڈالنے اور غور کرنے والا کہ خالق ارض و سماء کو کس طرح الٹتا پلٹتا رہتا ہے اور دیدہ عبرت نگاہ رکھنے والوں کی سبق آموزی کیلئے کیسے کیسے سامان کرتا رہتا ہے؟ ہے کسی کو خبر کہ اس کی گرفت بے ڈھب اور اس کا انتقام سخت ہوتا ہے۔

اگر ہم تاریخ کا مطالعہ کرے تو ہم باخوبی جان سکے گے کہ جب بھی کوئی شخص یا کوئی طبقہ کسی ملک کی عوام کا استحصال کرتا ہے اور جب عوام ان کے مظالم سہہ سہہ کے تھک جاتی ہے اور عوام کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوجاتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس عوام کو ان استحصالی قوتوں کے خلاف کھڑے ہونے اور ان کا قلع قمع کرنے کا حوصلہ دے دیتا ہے اور پھر عوام ان کے خلاف ایک سیسہ پلائی دیوار بن جاتی ہیں اور ان کا احتساب کرنے لگتی ہے۔ جسکے نتیجے میں اقتدار پہ قابض افراد اس عوامی انقلاب کو روکنے اور ان کو منتشر کرنے کیلئے ہر حربہ استعمال کرتے ہیں انھیں روکنے کیلئے اور ان کی آواز دبانے کیلئے ان پر طرح طرح کے ظلم و جبر کئے جاتے ہیں۔ پر جیت ہمیشہ حق ہی کی ہوتی ہے اور اس کی تازہ مثال تیونس اور مصر میں آنے والا انقلاب ہے۔

الجمہوریہ التیونیسیہ، جسے ہم تیونس کے نام سے جانتے ہیں۔ افریقہ میں سیاسی استحکام، آزاد فکری، روشن خیالی، صنعتی ترقی اور اقتصادی مضبوطی کی روشن مثال خیال کیا جاتا تھا۔ تقریباً چونسٹھ ہزار مربع میل پر محیط، ڈیڑھ کروڑ کے لگ بھگ آبادی رکھنے والا یہ اسلامی ملک مغرب اور امریکا کی آنکھ کا تارا تھا۔ 1955ء میں فرانس سے آزادی حاصل کرنے کے بعد حبیب بورقیہ تیونس کے پہلے صدر بنے۔ 1987ء میں جب زین العابدین بن علی وزیراعظم تھے، یکایک غلغلہ اُٹھا کہ صدر حبیب بورقیہ کی صحت کافی خراب ہوگئی ہے اور وہ امور مملکت چلانے کے قابل نہیں رہے۔ 7نومبر 1987ء کو زین العابدین بن علی نے صدر کا منصب سنبھالیا۔ 7نومبر 2010ء کو اس نے تاج پوشی کی 30ویں سالگرہ منائی۔ یہ تیونس میں قومی تعطیل کا دن ہوتا ہے۔ شہری آزادیوں، جمہوری اقتدار، آزاد پارلیمنٹ اور منصفانہ انتخابات کی ضمانت دینے والے آئین کے باوجود تیونس ہمیشہ آمرانہ طرز کے کے جبر میں جکڑا رہا۔

بظاہر تیونس امن وسکون اور ترقی وخوشحالی کا جزیرہ تھا۔ زین العابدین بن علی امریکی اصلاح کے مطابق ''اسلامی انتہاپسندی'' کے شدید مخالف تھے۔ کنڈولیزارائس نے تیونس کو عالم اسلام کیلئے ایک روشن نمونہ قرار دیا تھا۔

لیکن تیونس میں موجودمسائل جن میں کرپشن، بیروزگاری، مہنگائی، لا قانونیت اور عوام کے جائز حقوق سے محرومی نے عوام کے دلوں میں چنگاریاں سلگا رکھی تھیں۔ صدر زین العابدین بن علی اور ان کے رشتہ داروں کی بے انتہا کرپشن ،شہری اور جمہوری آزادیوں کا فقدان اور جابرانہ انداز حکمرانی ،مہنگائی اور پڑھے لکھے افراد کی بیروزگاری اور اسلام بیزاری اور حدوں کو چھوتے ہوئے بے مہار مظالم۔ یہ سب وہ وجوہات تھی جو تیونس کی عوام میں غم وغصہ بڑھا رہی تھی۔

یہ 17دسمبر 2010ء کا ذکر ہے۔

سعدی بوزید قصبے کا ایک گریجویٹ نوجوان محمد بو عزیز بے روزگاری کے ہاتھوں تنگ آچکا تھا۔ اس نے اپنے دوستوں اور عزیزوں سے ادھار لیا اور ایک ٹھیلے کا انتظام کیا اور کچھ پھل اور سبزیاں خریدی اور ایک سڑک کے کنارے ٹھیلا لگالیا۔ خاتون انسپکٹر فائدہ حمیدی نے محمد بوعزیز کے ٹھیلے سے چند پھل اٹھائے اور قیمت ادا کرنے سے انکار کردیا، جس پر بوعزیز نے بلا قیمت پھل دینے سے انکار کردیا اور قیمت کی ادائیگی پر اصرار کیا۔ فائدہ حمیدی نے آگ بگولہ ہوکر بوعزیز کے گال پر زوردار تھپڑ رسید کردیا اور پھلوں کا ٹھیلا ضبط کرلیا، جب اگلے دن بوعزیز اپنا ٹھیلا لینے پہنچا تو مغرور انسپکٹر نے افسروں کو اس پر تشدد کا حکم دیا، افسروں نے بوعزیز کو بے انتہا تشدد کا نشانہ بنایا۔ بوعزیز اس سلوک سے بے حد دلبرداشتہ ہوا اور اس نے اپنے جسم پہ پیٹرول چھڑک کر خود کو آگ لگا لی اور اس جہانِ فانی سے کوچ کر گیا۔ یہ خبر جنگل کی آگ بن کے تیونس کے گلی کوچوں میں پھیلتی چلی گئی۔ جگہ جگہ لوگ سڑکوں پہ نکل آئے۔ چیف آف آرمی اسٹاف رشید عمار نے فوج تعینات کرنے اور لوگوں پر گولیاں چلانے سے انکار کردیا جسکے نتیجے میں صدر زین العابدین بن علی نے اسے برطرف کردیا اور پھر عوام پر گولیاں برسنا شروع ہوئیں اور برستی چلی گئیں کم و بیش ساٹھ مظاہرین کے سینے چھلنی ہوگئے۔ لیکن بپھری ہوئی عوام قتل گاہوں سے نکل کر دارالحکومت تیونس کی طرف بڑھتی رہیں۔

23برس سے تخت اقتدار پر براجمان زین العابدین بن علی کے تو وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ تیونس کی یہ صابر شاکر عوام یوں آگ بگولہ بھی ہوسکتی ہیں۔ وہ تو بڑے بڑے منصوبے بنائے بیٹھا تھا۔ اس کا داماد شاکر الماتری، اگلے صدر کے طور پر قطار میں کھڑا تھا۔ اس کی بیوی لیلیٰ، کرپشن کی الف لیلائی داستانوں کا مرکزی کردار بنی ہوئی تھی۔ سرکاری بوئنگ 737 جیٹ طیارہ اس کی تحویل میں تھا۔ وہ جب چاہتی شاپنگ کیلئے پیرس، جینیوا اور یورپ کے دوسرے شہروں کو نکل جاتی۔ قومی وسائل کی بے دردانہ لوٹ مار جاری تھی بڑے بڑے شاپنگ پلازہ، درآمد و برآمد کرنے والی کمپنیاں، ٹاؤن پلانرز، پراپرٹی ڈیلرز، بینک، میڈیا کے ادارے، ٹیلی کمیونی کیشن، انٹرنیٹ پرووائیڈر، کسٹم ڈیوٹیز وغیرہ سب ''شاہی خانوادے'' کی مٹھی میں تھا۔ لیلیٰ نے 1992ء میں زین العابدین بن علی سے شادی کی۔ تیونس کی معیشت کو مٹھی میں لینے کیلئے لیلیٰ نے شاطرانہ حربے استعمال کئے۔ یہ لوگ سرکاری اثاثے کوڑیوں کے مول خریدتے اور پھر بھاری قیمت میں بیچ دیتے۔ جو کاروبار اچھا دکھائی دیتا، یہ زبردستی اس میں حصہ دار ہوجاتے۔ سرکاری ٹھیکوں میں بھاری کمیشن لیتے ،لیلیٰ بڑی مہارت سے پولیس کو استعمال کرتے ہوئے کاروباری لوگوں کو

ہراساں کرتی۔ وکی لیکس نے کچھ کہانیاں بیان کی لیکن تیونس میں توانا میڈیا نہ تھا جو قیامت بپا کرتا۔ یہ قیامت یکا یک بپا ہوئی اور پھر بے قابو ہوگئی۔

زین العابدین بن علی نے ہار کر بہت داؤ پیچ آزمائے۔ تمام قیدیوں کی رہائی کا حکم دیا، وزیر داخلہ کو برطرف کردیا پارلیمنٹ توڑ کر ساٹھ دنوں میں نئے انتخابات کا اعلان کیا۔ یہ کہا کہ میں آئندہ صدارات کیلئے آئین میں تبدیلی نہیں کروں گا، تیں لاکھ نئی ملازمتوں کا اعلان کیا لیکن اب دیر ہوچکی تھی۔ وہ لمحہ آگیا جب بداعنوان حکمرانوں کیلئے تیونس کی زمین تنگ ہوگئی۔ اس نے اپنے سب سے بڑے سرپرست فرانس سے رابطہ کیا۔ پیغام ملا"ہمیں افسوس ہے کہ ہم آپ کوخوش آمدید نہیں کہہ سکتے"۔ زین العابدین بن علی نے اپنے عظیم الشان محل پہ آخری نگاہ ڈالی اور 14/جنوری کو سعودی عرب پرواز کرگیا۔جنیوا اور پیرس سمیت پوری دنیا میں اس کرپٹ خانوادے کے تمام بینک اکاؤنٹس منجمد کردیئے گئے۔

23سال کی لوٹ مار اور زورجواہر کے انبار محض 27دنوں میں مٹی کا ڈھیر ہوگئے۔ اس انقلاب نے کئی عرب ممالک میں ارتعاش پیدا کردیا جن میں ایک مصر بھی شامل تھا۔

جمہوریہ مصر العربیۃ، جسے ہم مصر کے نام سے جانتے ہے۔ مصر28فروری 1922ء کو برطانیہ سے آزاد ہوا۔ مصر 9لاکھ 80 ہزار 800 مربع کلو میٹر پر محیط، 76 کڑوڑ کے لگ بھگ آبادی رکھنے والا ملک ہے۔ انور السادات کےقتل کے بعد 1981ء میں حسنی مبارک نے مصر کا اقدرار سنبھالا اور مصر کے صدر بنے اور تقریباً 31سال مصر پر قابض رہا۔ حسنی مبارک نے مصر میں مسلسل کرفیو نافذ رکھا اور مصری عوام پرظلم و تشدد روا رکھااور عوام کو ان کے جائز حقوق سے محروم رکھا۔ عوام کو کئی مسائل درپیش تھیں جن میں امن و امان کی بگڑتی صورتحال، بیروزگاری، اقرباء پروری، مہنگائی، لاقانونیت، آمرانہ نظامِ حکومت، پولیس اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کا عوام کے ساتھ ناروا سلوک، غیر میعاری تعلیمی نظام اور کئی دیگر مسائل شامل تھیں۔مگر ان سب کے باوجود حسنی مبارک نے عوام کیلئے کوئی مثبت کام نہیں کیا اور یہی وہ تمام عناصر تھیں جوعوام میں بے چینی اور بے اضطرابی پیدا کئے ہوئیں تھی۔ اور 25جنوری 2011ء کو وہ وقت آ ہی گیا کہ جب مصری عوام کے صبر کا بند ٹوٹ گیا اور ہزاروں افراد حسنی مبارک کے خلاف مصر کے دارالحکومت قاہرہ کے التحریر اسکوائر پر جمع ہوگئے اور اور حسنی مبارک کے ظلم و جبر کے خلاف پوری طاقت سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ تیر وتفنگ یا بندوق و کلاشنکوف کے ساتھ نہیں بلکہ اپنے آہنی ارادے اور عزمِ صمیم کے ساتھ اُن کا ایک ہی نعرہ تھا ایک ہی مطالبہ تھا۔"لا مبارک، لا"

حسنی مبارک نے اس عوامی انقلاب کو طاقت کے ذریعے روکنے کی کوشش کی اور اِن اٹھارہ دنوں میں سیاہ وردی میں ملبوس حسنی مبارک کی ایلیٹ فورس نے ساڑھے تین سو افراد کو بڑی بے دردی سے قتل کیا، تقریباً ڈیڑھ دو ہزار افراد کو شدید زخمی کیا، اور گھوڑوں پر سوار ہو کر حسنی مبارک کے حق میں نعرے لگائے اور احتجاج کرنے والوں کے تاحد نگاہ پھیلے ہوئے ہجوم پر لاٹھی چارج کیا۔ پر ان سب ہتھکنڈوں کے باوجود بھی حسنی مبارک انقلاب کا راستہ نہیں روک پایا اور عوام مسلسل بلند حوصلوں اور مضبوط ارادوں کے ساتھ ڈٹی رہی اور جیت بالآخر مصری عوام ہی کی ہوئی۔

اٹھارہ روز تک مصری عوام میدان التحریر قاہرہ میں خیمہ اور مصر کی گلی گلی، کوچے کوچے اور قریے قریے میں مورچہ زن رہی۔اور بالآخر تھک ہار کر 11فروری 2011ء کو مصرصدر حسنی مبارک نے استعفیٰ دیدیا۔ جسکے بعد مصر کی گلیوں، کوچوں، بازاروں، محلّوں اور سڑکوں پر جشن منایا گیا۔

عرب ممالک میں آنے والی یہ لہر اپنے لپٹ میں دوسریں ممالک کو بھی لے رہی ہیں۔ دوسریں لفظوں میں انقلاب کی تپش وہ ممالک بھی محسوس کر رہے ہیں جہاں غربت، بے روزگاری، مہنگائی، لوٹ مار، دہشت گردی، انتہاپسندی، حد درجہ کرپشن، قومی وسائل کی بے دریغ لوٹ مار اور عوامی مسائل سے لا پرواہی۔ تیونس اور مصر کے بعد اب پاکستان کے حالات بہت تیزی سے انارکی کی جانب بڑھ رہے ہیں۔

کیا ہے کوئی دیدہ عبرت نگاہ رکھنے والا ؟ کیا کسی کو خلقِ خدا کے کرب کا احساس ہے؟ کیا کسی کو خبر ہے کہ کتنے نوجوان بڑی بڑی ڈگریاں لئے چھوٹی چھوٹی نوکریوں کیلئے ٹھوکریں کھا رہے ہیں؟ کیا کوئی جانتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے؟ کیا کسی کو اس ملک

"پاکستان" کی 98فیصد غریب و متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والی عوام کے دکھ درد کا احساس ہے؟

پاکستان کی موجودہ صورتحال میں اور تیونس، مصر کی صورتحال میں کافی حد تک مماثلت ہیں۔ تیونس اورمصر کی طرح یہاں بھی عوام مہنگائی، بیروزگاری، اقرباء پروری، کرپشن، کرپٹ حکومتی نظام اور و قانون نافذ کرنے والے اداروں کے ہتک آمیز رویے سے کافی تنگ آچکی ہے اور آئے دن کوئی نہ کوئی مہنگائی اور بیروزگاری کے ہاتھوں تنگ آکر خودکشیاں کر رہا ہے اور ہمارے ملک کے اربابِ اقدار ہے کہ ان کو کچھ محسوس ہی نہیں ہوتا۔ ان حالات میں پاکستان کی عوام میں بے چینی بڑھتی جارہی ہے، جسکے باعث پاکستان میں بھی انقلاب کی راہیں ہموار ہوتی نظر آرہی ہے۔ ایم کیوایم کے قائد الطاف حسین نے 2011ء کو انقلاب کے آغاز کا سال قرار دیا ہے اور ان کے بعد کئی دیگر لیڈران بھی اب انقلاب کی باتیں کر رہے ہے۔ ایم کیو ایم نے 30جنوری 2011ء کو جناح گراؤنڈ،عزیز آباد میں"جلسہ قومی یکجہتی" اور اس کے بعد 10اپریل 2011ء کوپنجاب میں"جلسہ استحکامِ پاکستان" کر کے یہ ثابت کردیا کہ پاکستان کی عوام اب الطاف حسین کی قیادت میں انقلاب لانے کے لئے تیار ہے۔

☆☆☆☆☆